REVIEW OF RESEARCH
ISSN: 2249-894X
IMPACT FACTOR : 5.7631(UIF)
VOLUME - 14 | ISSUE - 9 | JUNE - 2025

مسجد قرطبہ کا تجزیہ

ڈاکٹر انجم فاطمہ

اقبال ایک عظیم شاعر ہیں اور مسجد قرطبہ ایک عظیم شاعر کی ایک عظیم تخلیق ہے۔ اس نظم میں اقبال کے فکر وفن گھل مل کر ایک اکائی بن گئے ہیں اس میں اقبال کی تخلیقی قوتیں اور ان کی فکر کے سارے بنیادی پہلو موجود ہیں۔

یہ مسجد صدیوں سے محرم اذاں ہونے کے باوجود آج بھی دنیا کی تمام مساجد کی سرتاج کہلاتی ہے۔ اس کی وسعت اور شان و شوکت اور اس مسجد کے نقش ونگار میں ایک پورے تمدن اور اسکے شعور کی داستان چھپی ہوئی ہے۔ یہی داستان اقبال کی اس نظم میں آہستہ آہستہ ابھرتی ہے مسجد قرطبہ دراصل ایک ذریعہ ایک راستہ بن جاتی ہے جو ہمیں اس داستان تک پہنچاتی ہے۔ نظم کے مختلف مدارج تک پہنچنے سے پہلے ہمیں ذرا دیر کیلئے اس بنیاد کو تلاش کرنا پڑے گا جس پر یہ پوری نظم تعمیر کی گئی ہے۔

اس مسجد کو عبدالرحمن الداخل نے تعمیر کرنا شروع کیا اور اسکے بعد اسکے جانشینوں نے اس مسجد کو مکمل کر دیا اور یہ مسجد چودہ سو سے زیادہ عظیم الشان ستونوں پر قائم ہے۔ 1336ھ زوال کے بعد یہ مسجد گرجا کی شکل اختیار کر لی۔ اور فاتحین نے اس کی صحراب کے سائے میں ایک چھوٹا سا گرجا تعمیر کر دیا۔

جس طرح یہ مسجد قرطبہ عربوں کے فن تعمیر کا اعلیٰ نمونہ ہے اس طرح اقبال کی یہ نظم جدید اردو ادب کا ایک شاہکار نمونہ ہے اقبال نے اس نظم میں خداداد شاعرانہ قوت سے کام لیکر ان تمام لفظی اور معنوی خوبیوں کو اس طرح ایک دوسرے سے مربوط کر دیا ہے کہ ایک طرف اس نظم میں غیر معمولی دلکشی پیدا ہو گئی ہے تو دوسری طرف خود اقبال کا شمار دنیا کے صف اول کے شاعروں میں ہو گیا ہے۔

اس نظم مسجد قرطبہ میں شعری محاسن کے علاوہ تاریخ، فلسفہ، قنوطیت، رجائیت کے عناصر بھی موجود ہیں اقبال نے اختصار کے ساتھ مسلمانانِ اسپین کی تعریف بھی بیان کر دی ہے تو دوسری طرف دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ بھی کھینچ دیا ہے۔ اور مسلمانوں کو ان کے شاندار مستقبل کی جھلک بھی دیکھائی ہے ان تمام ظاہری اور باطنی خوبیوں کی بنا پر اس نظم میں حد درجہ دلکشی پیدا ہو گئی ہے۔

مسجد قرطبہ آٹھ بندوں پر مشتمل ہے اس کے ہر بند میں آٹھ شعر ہیں۔ ہیت کے اعتبار سے ہر بند غزل کی ہیت میں لکھا گیا ہے ہر بند کا پہلا شعر مطلع ہے اور باقی چھ شعر غزل کی طرح ہم قافیہ ہیں لیکن آٹھواں شعر اسی بحر میں ہونے کے باوجود ردیف قافیہ کے اعتبار سے الگ ہو جاتا ہے یہ شعر ایک طرف فکری وتخلیقی سطح پر پہلے بند سے پوری طرح وابستہ ہو جاتا ہے اور دوسری طرف اپنے اگلے بند کے موضوع کی طرف اشارہ کرتا ہے اور اس کے ارتقاء میں مدد دیتا ہے۔

اس نظم میں آٹھ بند ہیں اور ہر بند میں ایک مرکزی خیال پایا جاتا ہے پہلے بند میں زمانے کی حقیقت اور کار جہاں کی بے ثباتی کا ذکر ہے تو دوسرے بند میں عشق کی صفات واضح کئے گئے ہیں اور یہ دونوں بند بطور تمہید لکھے گئے ہیں تیسرے بند میں مسجد قرطبہ سے خطاب ہے جو چوتھے بند میں مسجد کی شان وشوکت کا تذکرہ کیا ہے اور ملتِ اسلامیہ کی بقاء کی خوشخبری بھی دی گئی ہے۔ پانچویں بند میں مرد مومن کا تصور پیش کیا گیا ہے۔ چھٹے بند میں عربوں کی فتوحات اور عظمتِ رفتار کا راز بیان کیا گیا ہے۔ ساتویں بند میں یورب کے بعض اہم

انقلاب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔آٹھویں بند میں شاعر نے الہامی رنگ میں مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کی پیشن گوئی کی ہے اور آخری شعر میں اپنا فلسفہ پیغام کی صورت میں پیش کیا ہے تاکہ اسکا مقصد واضح ہو جائیں۔

اقبال کا فلسفہ اس نظم میں پوری آب و تاب کے ساتھ پیش ہوا ہے۔شاعر کے نظام فکر میں وقت کو کا کوئی مقام حاصل ہے یہ پہلے بند کے کے مطالعہ سے واضح ہو جاتا ہے شاعر اس نظم میں مسلمانوں کے زوال کی تاریخ بیان نہیں کرتے بلکہ وہ مسلمانوں کے ماضی ان کے حال اور مستقبل کو بیک وقت نظم میں نمایاں کرتے ہیں اقبال دوسری اقوام عام کی طرح مسلمانوں کو عروج و زوال کو سلسلۂ روز و شب سے پیدا ہونے والے تغیرات و انقلابات کا سبب بتاتے ہیں۔نظم کا پہلا بند تغیر و انقلاب کے اسی نغمے سے شروع ہوتا ہے

سلسلہ روز و شب نقش گرِ حادثات
سلسلہ روز شب اصل حیات و ممات
سلسلہ روز شب تار حریر دو رنگ
جس سے بناتی ہے ذات اپنی قبائے صفات

اس بند کے دوسرے شعر میں شاعر زمانے کو تار حریر دو رنگ سے تشبیہ دی ہے اور ساتھ ہی اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ یہ زمانہ فنا ہونے والا ہے۔اس بند میں فنا اور ثباتی کا احساس شدت کے ساتھ ہمارے دل و دماغ کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے اور جب یہ شعر آتا ہے۔

اول و آخر فنا ، باطن و ظاہر فنا
نقشِ کہن ہو کہ نو منزلِ آخر فنا

تو یہ تاثر اور پُر اثر جاتا ہے لیکن اسی کے ساتھ دوسرے بند کا پہلا شعر اس عالمِ مایوسی میں ایک روشنی کی کرن لیکر ہمارے سامنے آتا ہے

ہے مگر اس نقش میں رنگ ثباتِ دوام
جس کو کیا ہو کسی مردِ خدا نے تمام

فلسفہ عشق کو اقبال کے نظام فکر میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔اس بند میں شاعر عشق کی عظمت کا نغمہ چھیڑتے ہیں عشق کوئی مادی یا بنیادی شئے نہیں ہے بلکہ نہایت پاکیزہ اور روحانی بلکہ آسمانی جوہر ہے۔

عشق دم جبرئیل ،عشق دل مصطفی
عشق خدا کا رسول عشق خدا کا کلام

اقبال نے عشق کو ''دم جبرئیل'' اور دل مصطفی سے تشبیہ دی ہے اور اس شعر میں لف و نشر غیر مرتب کی صنعت بھی استعمال کی ہے ۔دوسرے مصرعے میں اقبال نے پہلے مصرعے کا مطلب بیان کیا ہے۔یعنی خدا کے رسول سے مراد دم مصطفی اور خدا کے کلام سے مراد دم جبرئیل ہے۔اسی عشق سے زندگی کا نغمہ پھوٹتا ہے' اسی عشق سے زندگی کی گرمی پیدا ہوئی ہے عشق کا مثبت اور گہرا تاثر دے کر تیسرے بند میں

وہ براہ راست مسجد قرطبہ سے مخاطب ہوتے ہیں۔

اے حرم قرطبہ عشق سے تیرا وجود
عشق سراپا دوام جس میں نہیں رفت و بود

اس بند میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ خود مسجد قرطبہ اس عشق کی علامت ہے۔جس کا ذکر پہلے بند میں آیا ہے۔اسی عشق سے انسان میں وہ تخلیقی قوتیں پیدا ہوتی ہیں جن سے معجزۂ فن نمود پاتا ہے۔اور اسی عشق سے مسجد قرطبہ سراپا دوام ہے مسجد قرطبہ اس عشق کا اظہار ہے جو سینۂ آدم میں موجزن ہے۔آخر میں بند کا خاتمہ اس بیان پر ہوتا ہے کہ اے مسجد قرطبہ تیری زیارت سے میرے دل میں آتش عشق تیز تر ہوگئی زبان پر صلوٰۃ ورد جاری ہوگئے۔چنانچہ یہ نظم اسی والہانہ کیفیت کی آئینہ دار ہے۔

شوق مری لے میں ہے ، شوق میری نے میں ہے
نغمہ اللہ ہو میرے رگ و پے میں ہے

چوتھے بند کا آغاز مسجد کی شان وشوکت کے ساتھ شروع ہوتا ہے

تیرا جلال و جمال مرد خدا کی دلیل
وہ بھی جلیل و جمیل ، تو بھی جلیل و جمیل

اے مسجد قربہ! تو جلال و جمال کا مجسمہ ہے یقینا یہی صفات تجھے تعمیر کرنے والے مردِ مومن میں بھی پائی جاتی ہوگی تیری بنیادیں پائیدار ہیں اور تیرے ستون اسی طرح بے شمار ہیں جیسے نخلستان میں کھجوروں کے درخت۔

ع شام کے صحرا میں ہو جیسے ہجوم نخیل

یہ اقبال کی سب سے دلکش تشبیہ ہے کیونکہ شاعر نے مسجد کے ستونوں کو ہجوم نخیل یعنی کھجوروں کے درخت سے تشبیہ دی ہے۔

پانچویں بند میں مرد مومن کے صفات کے ساتھ ہمارے سامنے جلوہ گر ہوتا ہے یہ مرد مومن ہے جو مسجد قرطبہ کی خاموش اور افسردہ فضاء میں ہمارے سامنے تمام جلال و جمال کے ساتھ ایک تمدن کی داستان کہتا نظر آتا ہے

تجھ سے ہو آشکار بندہ مومن کا راز
ان کے دلوں کی تپش ، اس کے شبوں کا گداز

اور جب مرد مومن میں شان فقر پیدا ہو جاتی ہے تو اس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہو جاتا ہے اور سرکار دو عالم کے نقش قدم پر چلنے سے مرد مومن میں صفات الٰہی پیدا ہو جاتی ہے۔

ہاتھ ہے اللہ کا ، بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں ، کار کشا، کار ساز

یہاں اقبال مرد مومن کے عمل و کردار کی وضاحت کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ مرد مومن بندۂ مولا صفات ہوتا ہے۔اس کی امیدیں اور خواہشات قلیل ہوتی ہیں لیکن اسکے مقاصد جلیل ہوتے ہیں اس کی ادا دلفریب اور اسکی نگاہ دلنواز ہوتی ہے۔گفتگو کے وقت وہ

نرم ہوتا ہے لیکن جستجو کے وقت سرگرم ہوتا ہے۔ وہ بزم اور رزم دونوں جگہ پاک دل پاک باز ہوتا ہے۔

ے نرم دم گفتگو گرم دم جستجو
رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاک باز

مردمومن کے صفات واضح کرتے ہوئے اقبال ایک بار پھر مسجد قرطبہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور مسجد قرطبہ کو کعبۂ ارباب فن اور ہسپانیہ کی سرزمین کو حرم مرتبت کا درجہ دیتے ہیں۔ اسی کے ساتھ شاعر کا تخیل ماضی میں جا پہنچتا ہے اس ماضی جب عربی سہ سوار سرزمین اندلیس میں داخل ہوئے تھے اور اسکے بعد یہ عدیم المثال مسجد بنائی تھی۔ چنانچہ چھٹا بند اس نظم میں بہت اہمیت کا حامل ہے کیونکہ شاعر نے رنگ اختصار کو مدنظر رکھ کر اس بند میں چھ سو سال کی تاریخ پیش کی ہے۔ اسلئے اس بند کو پڑھنے سے دل میں وہ اثر ہوجاتا ہے جو پوری تاریخ پڑھنے سے بھی شاید نہ ہوسکے۔

ساتواں بند میں شاعر مسجد سے خطاب کرتے ہیں۔ شاعر کا دل اس بند میں شدید رنج و غم میں ڈوبا ہوا ہے۔ اب وہ یہ دیکھتے ہیں کہ صدیوں سے قرطبہ کی فضا بے اذاں ہے۔ یہاں اقبال قلب میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ آخر عشق بلاخیز کا وہ قافلہ اب کہاں ہے جس کی سرزمیں پر چراغ روشن کیا تھا۔ یہاں تغیر و انقلاب کا تصور دوبارہ سامنے آتا ہے۔ وہ دیکھتے ہیں کہ جرمنی، فرانس اٹلی میں انقلاب ہو چکا تھا۔ اگر یہی انقلاب مسلمانوں میں جاری ہوتو وہ بھی دوبارہ اپنے زوال کو عروج میں بدل سکتے ہیں یہ دیکھ کر جب وہ دنیائے اسلام پر نظر ڈالتے ہیں تو یہاں بھی انہیں وہی اضطراب کو دیکھ کر شاعر میں امید کی ایک لہر دوڑ جاتی ہے۔ اور وہ کہہ اٹھتے ہیں۔

ے دیکھئے اس بحر کی تہہ سے اچھلتا ہے کیا
گنبد نیلو فری رنگ بدلتا ہے کیا

اب عالم تو ان کی نظروں کے سامنے پھر جاتے ہیں اور وہ اس کی سحر کو بے حجاب دیکھنے لگتے ہیں۔ اور پھر وہ ترقی کا حقیقی راز ان دو اشعار میں بیان کردیتے ہیں۔

ے جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی
روحِ اُمم کی حیات کش مکش انقلاب
صورت شمشیر ہے دستِ فضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو زماں اپنے عمل کا حساب

رجائیت فکر اقبال کے بنیادی عناصر میں سے ایک ہے۔ اسپین میں مسلمانوں کی بربادی کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرنے کے باوجود اقبال ملتِ اسلامیہ سے مایوس نہیں وہ چشم تصور سے مسلمانوں کا سورج پھر سے طلوع ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ یہ خوش خبری نظم کے آٹھویں یعنی آخری بند میں سنائی دیتی ہے۔ اس آخری بند کا پہلا شعر فنی اعتبار سے بہت اہمیت کا حامل ہے۔ ساری نظم میں اسکا جواب نہیں ہے۔ کیونکہ شاعر نے دوسرے مصرعے میں آفتاب کیلئے استعارہ "لعل و بدخشاں" استعمال کر کے شعر کو آسمان پر پہنچایا ہے۔ اقبال اپنے آفتاب کو ایک تاجر قرار دیا پھر اس کیلئے "لعل و بدخشاں" کے ڈھیر سے ثابت کئے ہیں جو اس شعر کی سب سے بڑی خوبی ہے۔

وادیٔ کہسار میں غرقِ شفق ہے سحاب
لعل بدخشاں کے ڈھیر چھوڑ گیا آفتاب

اٹھویں بند کے پہلے شعر کی طرح اسکا آخری شعر بھی بہت اہمیت رکھتا ہے کیونکہ اقبال نے اس شعر میں اپنا فلسفہ پیغام کے طور پر پیش کر کے تین نہایت اہم باتیں بیان کئے ہیں کہ زندگی انقلاب کا دوسرا نام ہے جس قوم کی زندگی میں انقلاب بر پا کرنے کی آرزو نہ ہو اسکا شمار زندہ اقوام میں نہیں کیا جا سکتا اور وہ قوم جو اپنے سامنے کوئی واضح مقصد حیات رکھتی ہے اور ایسی لگن کے ساتھ اسے حاصل کرنے کی جدو جہد کرتی ہے اور جس قوم میں جذبۂ عشق کی شدت پائی جاتی ہے تو وہ قوم ضرور کامیاب ہوتی ہے

نقش ہیں سب نا تمام خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خونِ جگر کے بغیر

غرض یہ کہ اقبال کی یہ نظم اہم افکار کا مجموعہ ہے ''مسجد قرطبہ'' اقبال کی طویل نظموں میں سب سے بہتر اور بلند رتبہ نظم ہے۔ شعریت ،رمزیت ،ایمائیت حقیقت ورمانیت اس نظم میں بیک وقت جمع ہو گئے ہیں۔ فکر وفن کے زاویے سے نظر ڈالیے تو اس نظم میں محاسن شاعری کا مجموعہ نظر آتی ہے۔ حسن تعمیر کے لحاظ سے بھی یہ نظم لاجواب ہے یہ نظم ایک بے نظیر عمارت کے بارے میں ہے اور خود اس نظم میں تعمیر کا لاجواب حسن نظر آتا ہے۔ جس طرح اینٹ پر اینٹ رکھنے سے دیوار اٹھتی ہے اسی طرح یہاں ہر بند کا ہر اک شعر ایک دوسرے سے پیوست ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اس نظم کا ہر بند اپنی جگہ حسین وموثر بھی ہے اور ساتھ ہی پوری نظم سے ہم آہنگ بھی۔ اس وجہ سے نظم میں پُر شکوہ عمارت تعمیر ہوتی جاتی ہے۔

اس نظم میں بحر کا انتخاب ۸ رکنی یعنی متفاعلن فاعلن ،متفاعلن فاعلن پر ہے۔ اس بحر کا نام بحر ''مترخ مطوی مسکوف'' ہے ایسی بحروں کو قدیم وجدید شعرا نے اکثر استعمال کیا ہے لیکن جب ہم اسے کسی دوسرے شاعر کے کلام میں دیکھتے ہیں تو ہمارا ذہن فوراً مسجد قرطبہ پر کی طرف مائل ہو جاتا ہے اس نظم کی زبان وبیان اس کی بندش وتراکیب ،اس کی نغمگی وکیف ،اس کے تشبیہات واستعارات ،اس کی فکر کا مثبت رویہ ہمیں ایک طلسم میں لے جاتا ہے یہ نظم ان ساری خصوصیات کا مرکب ہے۔

جگن ناتھ آزاد اس نظم کے فنکارانہ اسلوب پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ نظم صرف اقبال ہی کا شہکار نہیں بلکہ ساری اردو شاعری کا شہکار ہے اردو شاعری میں اس نظم کے سوا کچھ بھی نہ ہوتا تو بھی ہماری شاعری دنیا کے صف اول کی شاعری میں ایک ممتاز مقام حاصل کر سکتی تھی۔ مسجد قرطبہ ،شریعت ،رومانیت ،حقیقت پسندی ،رمزیت ،ایمائیت کا ایک ایسا حسین امتزاج ہے کہ ہماری ساری اردو شاعری روز اول سے آج تک اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے''۔(۱)

حوالہ: اقبال کی نظموں کا تجزیاتی مطالعہ، از:۔ فخر الاسلام اعظمی ،صفحہ 82، مارچ 1995ء

Dr Anjum Fatima

Asst,Prof,Dept of Urdu

,A.M.T.A.Frist Grad Degree College Aland